دار الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد

مُدرّس و نائب مُفتی و فاضِل جامِعہ مدنیہ

سوال اگر ایک شخص کے پاس صرف ایک یا دو تولے سونا یا تین سائمہ اُونٹ ہوں جن کی قیمت لگائی جائے تو چاندی کا حساب پُورا ہو جاتا ہے۔ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت بن جاتی ہے۔ مزید اس کے پاس کچھ نہ ہو تو کیا اس شخص پر قربانی واجب ہو گی یا نہیں ؟

جواب مذکورہ شخص پر قربانی واجب ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے۔
قربانی اور صدقہ فطر کے وجوب اور زکوٰۃ لینے کی حرمت کے واسطے دو طرح کے نصاب ہیں :

① نصاب زکوٰۃ کا موجود ہونا

اس کی دلیل میں مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں

(الف) النصاب النامی السالم عن الدین الفاضل عن الحوائج الاصلیة الموجب لکل واجب مالی ـــــ والنصاب الذی لیس بنام الفارغ عما ذکر الموجب لثلاثة صدقة الفطر والاضحیة و نفقة القریب کل منهما محرم لاخذ الزکوٰة۔

(بحرالرائق ص ۲۴۴/۲۶)

ترجمہ : نصاب نامی جو قرض سے سالم ہو اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔ یہ ہر واجب مالی کا موجب ہوتا ہے اور وہ نصاب جو نامی نہ ہو اور مذکور (یعنی

قرض اور حوائج اصلیہ) سے فارغ ہو۔ یہ نصاب تین چیزوں کو واجب کرتا ہے یعنی صدقہ فطر کو اور قربانی کو اور قریبی رشتہ دار کے نفقہ کو۔ ان دو نصابوں میں سے ہر ایک زکوٰۃ لینے کو حرام کرتا ہے۔

(ب) لا یصح لغنی یملك نصابا او ما یساوی قیمته من ای مال کان (مراقی الفلاح)

زکواۃ لینا غنی کے لیے صحیح نہیں ہے جو نصاب کا مالک ہو یا اس کی قیمت کا مالک ہو خواہ کسی بھی مال سے ہو۔

(ج) ولا الی غنی یملك قدر النصاب فارغ عن حاجة الاصلیة من ای مال کان

اعلم ان النصب ثلاثة۔ نصابٌ نام سالم من الدین فاضل عن الحوائج الاصلیة و هو موجب لکل مالی کالزکوٰة والکفارات بانواعها۔ و نصابٌ لیس بنام فارغ عما ذکر و یتعلق به وجوب الاضحیة وصدقة الفطر و نفقة الاقارب وحرمان اخذ الزکوٰة۔ و نصابٌ یتعلق به حرمة السوال وهو من یملك قوت یومه والمراد الاولان واطلاق النصاب علی الثالث مجاز شرعی

(طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۴۲۷)

ترجمہ: زکوٰۃ لینا صحیح نہیں ہے ایسے غنی کو جو حاجت اصلیہ سے فارغ نصاب کے بقدر کسی بھی مال کا مالک ہو، جان لو کہ نصاب تین طرح کے ہیں ایک نصاب وہ ہے جو مال نامی کا ہو، قرض سے سالم ہو اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔ یہ ہر مالی حق جیسے زکوٰۃ اور تمام اقسام کے کفارات کا موجب ہوتا ہے۔ دوسرا نصاب مال غیر نامی کا ہے اور یہ بھی مذکور (یعنی قرض و حاجت اصلیہ) سے فارغ ہو۔ اس نصاب کے ساتھ قربانی اور صدقہ فطر اور قریبی رشتہ داروں کے نفقہ کا وجوب اور زکوٰۃ لینے کی حرمت وابستہ ہے۔ تیسرا نصاب وہ ہے جس کے ساتھ سوال کی حرمت وابستہ ہے اور یہ اس شخص کو حاصل ہے جو ایک دن کی خوراک اپنے پاس رکھتا ہو۔

متن میں جو غنا مذکور ہے اس سے مراد پہلے دو نصاب ہیں جبکہ تیسرے پر نصاب کے لفظ کا اطلاق مجاز شرعی ہے۔

(۲) دو سو دراہم کی قیمت کا مال ہونا خواہ وہ مال کوئی سا بھی ہو

اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں جن سے قیمت کے اعتبار کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

(الف) لا یصح دفعها الغنی یملك نصابا اومایساوی قیمته من ای مال کان فاضل عن حوائجه الاصلیة (مراقی الفلاح)

ترجمہ: زکوٰۃ ایسے غنی کو دینا صحیح نہیں ہے جو نصاب کا مالک ہو یا نصاب کی قیمت کا مالک ہو خواہ کسی بھی مال سے جبکہ وہ اس کے حوائج اصلیہ سے فارغ ہو۔

(ب) (قوله من ای مال کان) یعنی سواء کان دراهم او دنانیر او سوائم او عروضا للتجارة اولغیر التجارة لکنه فاضل عن حاجته الاصلیة اھ زاهدی (حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص۳۰۲)

ترجمہ: یہ کہنا کہ خواہ کسی بھی مال سے ہو تو اس سے مراد ہے کہ خواہ دراہم ہوں یا دنانیر ہوں یا چوپائے ہوں یا سامان ہو خواہ تجارتی یا غیر تجارتی، البتہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہو۔

(ج) واستدل له فی الکافی بقوله صلّی الله علیه وسلم من سأل وله مایغنیه فقد سأل الناس الحافا قیل وما الذی یغنیه قال مائتا درهم أوعدلها اھ فقد شمل الحدیث اعتبار السائمة بالقیمة لاطلاقه ۔ وقد نص علی اعتبار قیمة السوائم فی عدة کتب من غیر خلاف فی الاشباه والسراج والوهبانیة وشرحیها والذخائر الاشرفیة ۔ و فی الجوهرة قال المرغینانی اذا کان له خمس من الابل قیمتها اقل من مائتی درهم تحل له الزکوٰة و تجب علیه۔ و بهذا ظهر ان المعتبر نصاب

النقد من ای مال کان بلغ نصابا من جنسه او لم يبلغ (رد المحتار ص۲)

ترجمہ: کافی میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کہ جس نے غنا کے ہوتے ہُوئے سوال کیا تو اس نے لپٹ کر سوال کیا۔ پوچھا گیا کہ غنا کیا ہے۔ فرمایا دو سو درہم یا اس کے مساوی اھ یہ حدیث اپنے اطلاق کی بنا پر چوپایوں کی قیمت کو بھی شامل ہے اور بہت سی کُتب۔ مثلاً اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اس کی دو شرحوں اور ذخائر اشرفیہ میں بلا اختلاف چوپایوں کی قیمت کا اعتبار کرنے کی تصریح ہے اور جوہرہ میں ہے کہ مرغینانی نے کہا جب آدمی کے پاس پانچ اُونٹ ہوں جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حلال ہوتا ہے اور اس پر زکوٰۃ دینا واجب بھی ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہُوا کہ نقدی کے نصاب کا اعتبار ہے خواہ کسی بھی مال سے ہو اور خواہ اس مال کی جنس میں نصاب پُورا ہو یا نہ ہو۔

ہماری اس تقریر پر دو اعتراض ہو سکتے ہیں۔ ہم وہ اعتراض اور ان کے جواب ذکر کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض تم کہتے ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کے اعتبار سے وہ کوئی سا بھی مال، ہو خواہ نامی ہو یا غیر نامی ہو، حالانکہ بدائع اور طحطاوی میں اس مال کو غیر نامی کے ساتھ مقید کیا ہے۔

بدائع میں ہے: اما الغنى الذى يحرم به اخذ الصدقة و قبولها فهو الذى تجب به صدقة الفطر و الاضحية وهو ان يملك من الاموال التى لا تجب فيها الزكوٰة ما يفضل عن حاجته و تبلغ قيمة الفاضل مائتى درهم من الثياب و الفرش و الدور و الحوانيت و الدواب و الخدم زيادة على ما يحتاج اليه كل ذلك للابتذال و الاستعمال لا للتجارة و الاسامة۔ فاذا فضل من ذلك ما يبلغ قيمته مائتى درهم وجب عليه صدقة الفطر و الاضحية و حرم عليه اخذ الصدقة۔

(ص۴۸ بدائع الصنائع)

ترجمہ: وہ غنا جس کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ لینا اور قبول کرنا حرام ہوتا ہے وہ ہے جس سے صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی ان احوال میں سے کہ جن میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اتنے کا مالک ہو کہ جو اس کی حاجت سے زائد ہو اور یہ زائد دو سو درہم کی قیمت کے برابر ہوں۔ یہ اموال خواہ کپڑے ہوں یا بستر ہوں یا مکان ہو یا دکانیں ہوں یا جانور ہوں یا غلام ہوں البتہ حاجت سے زائد ہوں اور یہ سب استعمال کے لیے ہوں تجارت اور نسل کشی کے لیے نہ ہوں جب یہ اتنے زائد ہو جائیں کہ اُن کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو تو آدمی پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہے اور اس پر زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے۔

اور طحطاوی میں ہے۔

ونصاب لیس بنام فارغ عما ذکر ـــــ الخ (طحطاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۲۷)

ترجمہ: وہ نصاب جو نامی نہ ہو اور مذکورہ قرض اور حاجت اصلیہ سے فارغ ہو

جواب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ترجیح اس بات کو حاصل ہے کہ نصابِ زکوٰۃ پورا نہ ہونے میں اصل اعتبار مال کی قیمت کا ہے۔ جنس کے عدد و وزن کا نہیں ہے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب دونوں قسم کی عبارتوں کے درمیان اس طرح تطبیق دیجیے کہ جن حضرات نے مال کو مطلق ذکر کیا ہے۔ مثلاً صاحبِ مراقی الفلاح اور شلبی اور صاحب شرنبلالیہ وغیرہ نے تو انھوں نے اس بات کو پیشِ نظر رکھا کہ قیمتوں میں تفاوت کے باعث ہو سکتا ہے کہ تین اونٹوں کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو، اور جن لوگوں نے مال کو غیر نامی کے ساتھ مقید ذکر کیا انھوں نے اس بات کو پیشِ نظر رکھا کہ عہد نبوی میں پانچ اونٹ یا بیس دینار وغیرہ دو سو درہم مالیت کے ہوتے تھے۔ لہٰذا دو سو درہم کی قیمت کا مال نامی تو خود نصاب زکوٰۃ بنتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے غیر نامی کے ذکر پر اکتفا کیا۔

دوسرا اعتراض علامہ مرغینانی رحمہ اللہ سے جوہرہ نے یہ نقل کیا ہے۔

اذا کان لہ خمس من الابل قیمتھا اقل من مائتی درھم تحل لہ الزکوٰۃ وتجب علیہ

(جب آدمی کے پاس پانچ اونٹ ہوں اور ان کی قیمت دو سو درہم سے کم

ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حلال ہوتا ہے اور اس پر زکوٰۃ دینا واجب بھی ہوتا ہے)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ چاندی کے علاوہ کوئی اور نصاب جب دو سو درہم کی مالیت سے کم ہو تو اس سے زکوٰۃ کا لینا حرام نہیں ہوتا جبکہ تم کہتے ہو کہ مطلق نصاب زکوٰۃ کا ہونا زکوٰۃ لینے کو حرام کرتا ہے۔

<u>جواب</u> میں مندرجہ ذیل وجوہ ہیں

(الف) یہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کا محض قیاس ہے اور اس کے معارض بحرالرائق کا یہ قول ہے

دخل تحت النصاب النامی المذکور أولا الخمس من الابل السائمۃ فان ملکھا او نصابا من السوائم من ای مال کان لا یجوز دفع الزکوٰۃ الیہ سواء کان یساوی مائتی درھم أولا (بحر ص ۲۴۴ ج ۲)

وتبعہ علی ھذہ اخوہ وتلمیذہ فی المنح (منحۃ الخالق)

ترجمہ: نصاب نامی جو پہلے مذکور ہوا۔ اس کے تحت پانچ سائمہ اُونٹ بھی ہیں تو اگر کوئی ان کا مالک ہوا اور چوپایوں میں سے نصاب کا مال ہو تو اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں خواہ اس نصاب کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو یا نہ ہو۔

اور صاحب بحر کی موافقت اُن کے بھائی نے نہرفائق میں اور ان کے شاگرد نے منح الغفار میں کی ہے

(ب) نصاب زکوٰۃ مطلقاً خود زکوٰۃ لینے کو حرام کرتا ہے جیسا کہ صاحب بحر اور طحطاوی کے حوالجات سے واضح ہے۔

(ج) معطی زکوٰۃ اعلیٰ درجہ کا غنی ہے، جبکہ زکوٰۃ لینے والا فقیر ہوتا ہے۔ ایک ہی نصاب غنا اور فقر دونوں کا موجب ہو، یہ ممکن نہیں کیونکہ اس سے اجتماعِ ضدین لازم آتا ہے۔ یہاں اعتباری فرق کا لحاظ رکھنا ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ خود معطی بھی بنے گا اور آخذ بھی بنے گا اور وہ اپنی زکوٰۃ اپنے آپ کو دے سکے گا۔ حالانکہ یہ بات شرع میں معہود و معروف نہیں ہے۔